یتیم کی کفالت عظیم نیکی

تحریر: جناب مولانا عبدالمالک مجاہد۔ ریاض

لفظ ''یتیم'' کتنا عجیب وغریب ہے۔ اس لفظ کو سنتے ہی دل میں احساس محبت جنم لیتا ہے۔ یتیم بچے یا بچی کیلئے ہمارے دل میں محبت اور پیار میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اللہ کرے کوئی یتیم نہ ہو۔ اس کا باپ اور ماں سلامت رہیں۔ یتیم کون ہے؟ یتیم ہر ایسے بچے کو کہتے ہیں جس کا والد اس کے بالغ ہونے سے پہلے وفات پا جائے۔ اسی طرح جس بچے اور بچی کے والد اور والدہ دونوں اس کے بالغ ہونے سے پہلے وفات پا جائیں انہیں بھی یتیم الابوین کہا جاتا ہے۔ یقیناً یہ محبتوں کے زیادہ مستحق ہیں۔ اسی طرح اگر کسی کی والدہ بچپن میں وفات پا جائے تو اسے بھی یتیم کہا جائے گا کہ اس کی والدہ وفات پا چکی ہیں۔

اسلام ایک ایسا دین ہے جس نے معاشرے کے پسے ہوئے، محروم لوگوں کو ہمیشہ اوپر اٹھایا ہے۔ ان کے مورال کو بلند کیا ہے۔ ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ اولاد سے محبت فطری چیز ہے۔ ہر شخص اپنی اولاد سے بے پناہ محبت کرتا ہے۔ وہ چھوٹے بچے کو چومتا ہے، گلے سے لگاتا ہے۔ اس کی پرورش کرنے اور اس کو زندگی کی سہولتیں مہیا کرنے کیلئے صبح وشام محنت کرتا ہے۔ گھر آتا ہے تو سیدھا بچوں کے پاس جاتا ہے۔ وہ بھی بھاگتے ہوئے آتے ہیں، اپنے بابا کی ٹانگوں کے ساتھ چمٹ جاتے ہیں۔ باپ بے اختیار بوسے دینے لگ جاتا ہے۔ بچے توتلی زبان میں والد کو باتیں سناتے ہیں۔ کبھی شکایت لگاتے ہیں۔ والد بچوں کی باتیں سن کر بے اختیار مسکراتا ہے۔ خوش رہتا ہے۔ اسی کا نام زندگی ہے۔

قارئین کرام! عموماً جب کبھی دوست اکٹھے ہوتے ہیں تو ایک دوسرے کو یہ بتانے کیلئے کہ میں بڑا اہم شخص ہوں کہتے ہیں: ہمارے فلاں بڑی شخصیت سے بڑے قریبی تعلقات ہیں۔ وہ تو ہماری شادی پر بھی آیا تھا۔ ہمارے ہاں وفات ہوئی تو تعزیت کیلئے آیا تھا۔ ہمارے شہر کا بڑا لیڈر ہو یا وہ وزیر بن جائے تو ہم بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ ہاں یار فلاں تو ہمارے شہر کا رہنے والا ہے۔ یار وہ تو اپنا ہی آدمی ہے۔ اپنے علاقے کا ہے۔

قارئین کرام! آپ میری اس بات کی تصدیق کریں گے کہ ہم اپنی مجالس میں اس قسم کی باتوں کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں اور خوش قسمتی سے کوئی بڑا لیڈر یا وزیر ہمارا محلے دار یا ہمسایہ ہو تو ہم بڑے فخر سے

لوگوں کو بتاتے پھرتے ہیں کہ ہم فلاں وزیر یا فلاں آفیسر یا سیاست دان کے پڑوس میں رہتے ہیں۔ یہ فطرت کے تقاضے ہیں، ہر شخص اپنی اہمیت جتانا چاہتا ہے۔

قارئین کرام! ذرا تصور کریں کہ اگر آپ کے پڑوس میں اللہ کے رسول ﷺ کا گھر ہو تو آپ کیسا محسوس کریں گے؟ اچھا! اس سے بڑھ کر غور کریں کہ اگر یہ ہمسائیگی جنت میں، اللہ کے رسول کے ساتھ ہو تو پھر آپ کو کیسا لگے گا؟ کیا آپ نہیں چاہیں گے کہ آپ اللہ کے رسول ﷺ کے ہمسایہ میں رہتے ہوں۔ مجھ سمیت اگر ہم اپنے گناہوں کی طرف دیکھیں تو حیاء آتی ہے۔ کہاں اللہ کے رسول ﷺ کی شان، آپ کی منزلت، آپ کا مقام ومرتبہ، آپ کائنات کی سب سے اعلیٰ وارفع شخصیت ہیں۔ اگر کسی کو آپ ﷺ کا قرب یا ہمسائیگی مل جائے تو کیا آپ اپنی خوش قسمتی پر ناز نہیں کریں گے۔ بلاشبہ وہ شخص بڑا ہی خوش نصیب ہے جسے اللہ کے رسول ﷺ کی ہمسائیگی نصیب ہو جائے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی ہمسائیگی کیسے، کسے اور کب نصیب ہو گی؟ آیئے! پہلے اللہ کے رسول ﷺ کی ایک حدیث پڑھتے ہیں۔ یہ حدیث صحیح بخاری کی ہے اور اس کے راوی سہل بن سعد رضی اللہ عنہ ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿أَنَا وَ كَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا﴾ ''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے، آپ نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کیا۔'' محدثین نے اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جو شخص بھی اس حدیث کو سنے اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ اس پر عمل کرے تاکہ جنت میں اللہ کے رسول ﷺ کا ساتھی اور ہمسایہ بن جائے۔

صحیح بخاری کے شارح حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بڑی زبردست بات لکھی ہے۔ ذرا الفاظ پر غور کیجیے: ﴿وَ فِيهِ اِشَارَةٌ اِلَى أَنَّ بَيْنَ دَرَجَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَ كَافِلِ الْيَتِيمِ قَدْرَ تَفَاوُتِ مَا بَيْنَ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى﴾ ''اس میں اشارہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے درجہ اور یتیم کی کفالت کرنے والے کے درجہ میں ایک انگلی کے برابر فاصلہ ہوگا۔'' اللہ کے رسول ﷺ کی ایک بہت پیاری حدیث ہے: ﴿خَيْرُ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِينَ بَيْتٌ فِيهِ يَتِيمٌ يُحْسَنُ اِلَيْهِ وَ شَرُّ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِينَ بَيْتٌ فِيهِ يَتِيمٌ يُسَاءُ اِلَيْهِ﴾[الجامع الصغیر] ''مسلمان معاشرے میں سب سے بہترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ حسن سلوک کیا جاتا ہو اور مسلمانوں میں بدترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ بُرا سلوک کیا جاتا ہو۔'' اس سے زیادہ خوش قسمتی یا خیر کی کیا بات ہو سکتی ہے کہ آپ کے گھر میں ایک سے زیادہ یتیم ہوں اور آپ ان کی کفالت کر رہے

ہوں۔ اللہ کے رسول ﷺ کی ولادت باسعادت سے دو ماہ پہلے ہی آپ کے والد ماجد سردار عبداللہ بن عبدالمطلب اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ آپ کی پرورش والدہ کے علاوہ دادا سردار عبدالمطلب نے کی۔ 6 سال کی عمر میں والدہ بھی وفات پا جاتی ہیں۔ آپ دونوں طرف سے یتیم ہو گئے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ کے دادا اور چچا نے آپ کا ہر طرح سے خیال رکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ﴾ ''کیا اللہ نے آپ کو یتیم پا کر جگہ نہیں دی۔''

یتیم کی پرورش کرنا معاشرے کی اجتماعی ذمہ داری ہے۔ خاندان، رشتہ داروں اور اعزہ واقارب کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ یتیم کو گلے سے لگائیں، اس کی ہر ضرورت پوری کریں۔ یتیم سے ہمدردی کرنے اور مسکین کو کھانا کھلانے سے دلوں کی سختی کا بھی علاج ہو جاتا ہے۔ ایک شخص اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے، عرض کرتا ہے: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرا مزاج بڑا سخت ہے، دل میں سختی ہے۔ میری خواہش ہے کہ میرا دل نرم ہو جائے، کسی کو پریشانی ہو تو میرا دل بھی اس کے ساتھ دھڑکے، اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿اِمْسَحْ رَأْسَ الْيَتِيمِ وَ أَطْعِمِ الْمِسْكِيْنَ﴾ ''تم کسی یتیم بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور مسکینوں کو کھانا کھلایا کرو۔'' ایک اور حدیث پاک میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے: ''لوگو! نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو، نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو، نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو، اپنے غلاموں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو، دو کمزور طبقات کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ عورت کا حق اور یتیم بچے کا حق۔ [الجامع الصغیر] یہ بات خوش آئند ہے کہ مسلمانوں میں خاصی بیداری آ چکی ہے۔ یتیموں کی کفالت کی بہت ساری تنظیمیں بن چکی ہیں۔ جو یتیموں کو گھر والا ماحول مہیا کرتے ہیں۔ دنیا کے کسی ملک یا شہر میں چلے جائیں آپ کو ایسے ادارے مل جائیں گے جو یتیموں کی صرف مالی کفالت ہی نہیں کرتے بلکہ ان کی تعلیم و تربیت پر بھی خوب زور دیتے ہیں۔

آج سے چار سال قبل الریاض میں پاک پروفیشنل فورم کے صدر برادرم عمران ظہیر میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مجاہد صاحب یتیموں کی کفالت کا ایک مرکز ہونا چاہیے۔ میں نے ان کی تجویز کی تحسین کی اور پھر ہم نے کتنی ہی میٹنگیں کیں۔ نتیجے کے طور پر پاکستان کے مشہور شہر شیخوپورہ میں آغوش مادر کے نام سے ایک ادارہ بنانے کا فیصلہ ہوا۔ پاک پروفیشنلز فورم پڑھے لکھے نوجوانوں کی تنظیم ہے جو پاکستان میں تعلیم اور

معاشرے کی فلاح و بہبود کے منصوبوں پر کام کر رہی ہے۔ میرے لیے سعادت کی بات ہے کہ میں اس تنظیم کا سرپرست ہوں۔ مجھے یاد ہے کہ ایک میٹنگ میں سوال ہوا کہ ہم ان یتیم بچوں کو کیا بنانا چاہتے ہیں۔ تو انجینئر عمر علوی نے برجستہ کہا ہم ان کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح بنانا چاہتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر بچوں پر محنت کی جائے، ان کو گھر کا ماحول مہیا کیا جائے تو ان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم والی صفات پیدا ہو سکتی ہیں۔ بلاشبہ وہ صحابہ تو نہیں بن سکتے، مگر ان کے دل و دماغ میں اسلام کی محبت، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت راسخ کی جا سکتی ہے۔ جن گھرانوں میں یتیم بچے پلتے ہیں وہ گھرانے بڑے ہی قابل احترام ہوتے ہیں۔ ان پر رزق اور خیر و برکت کے دروازے کھلتے چلے جاتے ہیں۔ کہنے کو تو یہ بڑا آسان لگتا ہے کہ جی ہم یتیم بچے یا بچی کو پال لیں گے۔ وہ خواتین بڑی عظیم ہوتی ہیں جو اپنے بچے کے ساتھ ساتھ کسی یتیم بچے کو بھی اپنا دودھ پلاتی ہیں۔ ذرا تصور کیجیے کہ دونوں بچے بھوکے ہیں، دونوں ہی رو رہے ہیں ماں کیلئے بڑا مشکل ہوتا ہے کہ وہ کس بچے کو دودھ پلائے؟ اپنے بچے کو یا یتیم بچے کو پہلے دودھ پلائے۔ وہ دوڑتی ہے، بھاگتی ہے، کبھی اپنے بچے کو چپ کروا رہی ہے، کبھی یتیم بچے کو خاموش کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اسے معلوم نہیں کہ یہ جدوجہد، یہ کوشش، یہ تڑپنا، بھاگنا، بچے کو چپ کروانا، اسے دودھ پلانا اللہ کے ہاں اس کی نیکیوں اور درجات میں کتنے اضافے کا سبب بن رہا ہے۔

فاطمہ کا خاوند وفات پا چکا ہے۔ وفات سے پہلے اس کے خاوند نے بڑی معمولی سی رقم ترکہ میں چھوڑی تھی۔ گھر بڑا پرانا تھا۔ اس کی پرانی دیواریں چیخ چیخ کر گھر والوں سے مطالبہ کر رہی تھیں کہ اب انہیں نئے سرے سے تعمیر ہونا چاہیے، مگر یہاں تو کھانے کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ احمد کی عمر اب آٹھ سال ہے جبکہ منی کی عمر چھ سال ہو چکی ہے۔ ماں کی ممتا دیکھ رہی ہے کہ بچے کچے صحن کی مٹی اچھال اچھال کر ایک دوسرے کے سروں پر ڈال رہے ہیں۔ دونوں ہنس رہے ہیں، مسکرا رہے ہیں۔ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ غریبوں کے کھیل اسی طرح کے ہوتے ہیں۔ ان کے پاس کھلونوں کا تصور بھی نہیں ہوتا۔ ان بچوں کو اسی طرح غربت و افلاس میں اپنا بچپن گزارنا ہے۔

فاطمہ نے آسمان کی طرف دیکھا، صبح سویرے سے آسمان پر بادل چھا رہے ہیں۔ اللہ رحم کرے! میرے ہمسایوں نے مجھے کتنی بار مکان کی خستہ حالی سے ڈرایا ہے کہ یہ اب تیز بارش کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

یکا یک بجلی چمکی، فاطمہ کے گھر کا صحن روشن ہوگیا۔اس گھر میں تھا ہی کیا جو اسے نظر آتا......اور پھر تیز بارش شروع ہوگئی۔ اللہ اپنے لطف و کرم میں رکھنا، فاطمہ نے بے اختیار دعائیں شروع کر دیں ﴿لُطفَکَ یَا اَللّٰہُ﴾ اللہ خیر کرنا۔بجلی کی کڑک آوازیں،شور، دھماکہ، دیوار گرنے کی آواز، فاطمہ کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ چند منٹ کی خاموشی، بارش کا شور،اس کے ساتھ ہی ہمسایہ خاتون کی آواز آئی: مبارک ہو بہن، اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ بچے بال بال بچ گئے ہیں۔تمہاری گھر کی دیوار گری مگر اللہ کے لطف و مہربانی سے کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔آمنہ بے اختیار بچوں کی طرف بڑھی انہیں گلے لگالیا۔ان کے منہ چومنے لگی۔ کسی عورت کا سہاگ چھن جائے۔ بچوں کا والد اس دنیا سے رخصت ہو جائے،تو غم و درد کی کیفیت اسی سے پوچھئے جس کے ساتھ یہ معاملہ گزرا ہو۔ باپ تو سائبان کی طرح ہوتا ہے۔ بارش آہستہ آہستہ رک گئی تھی۔ اندھیرا چھٹ چکا تھا،اس کا گھر پہلے ہی غیر محفوظ تھا،مگر اب تو اور غیر محفوظ ہو گیا تھا۔ہمسایہ میں رہنے والے لوگ بڑے اچھے تھے۔وہ آئے اور بچوں کو اپنے ہمراہ لے گئے۔فاطمہ نے کچھ غور کیا،سوچا اور پھر اپنے آپ سے کہنے لگی: مجھے کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا۔اپنے بچوں کا پیٹ پالنے کیلئے مجھے محنت مزدوری بھی کرنا پڑے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔اس کے قدم اپنے ہمسایوں کے گھر کی طرف اٹھ گئے۔اس کا اپنا برقعہ پھٹ چکا تھا۔اس نے پڑوسن سے برقعہ عاریتاً لیا اور گھر سے باہر چلی گئی۔

نکلتے وقت اس نے معمولی سے پیسے اپنی ہمسائی کی ہتھیلی پر رکھے۔اس سے کہا: میرے بچوں کو ناشتہ ضرور کروا دینا۔دوپہر کے کھانے کیلئے تو کچھ نہیں۔میں کوشش کروں گی کہ واپسی پر بچوں کیلئے کچھ نہ کچھ ضرور لیتی آؤں۔فاطمہ گھر سے نکلی،وہ کسی کام کی تلاش میں تھی کہ اس نے بس سٹاپ پر ایک معزز خاتون کو دیکھا جو حجاب پہنے کھڑی تھی۔اس کی طرح وہ بھی بس کے انتظار میں تھی۔فاطمہ نے سوچا مجھے بھی اس خاتون کے ساتھ کھڑے ہو جانا چاہیے۔چند لمحات کے بعد وہ اس کے ساتھ کھڑی اسے سلام کہہ رہی تھی۔معزز خاتون نے اس کے سلام کا جواب دیا۔آمنہ کو اس کے ساتھ کھڑے ہو کر سکون ملا۔ایسا محسوس ہوا کہ ایک بہن اس کے ساتھ کھڑی ہے۔اتنی دیر میں بس آ گئی۔دونوں بس میں سوار ہوئیں۔جب کرایہ دینے کی باری آئی تو فاطمہ نے اپنے بیگ کو دیکھا تو وہ خالی تھا۔اس کے پاس بس کا کرایہ دینے کیلئے بھی کچھ نہ تھا۔فاطمہ نے اس معزز خاتون کے کان میں آہستہ سے کہا: بہن میرے پاس کرایہ کے پیسے نہیں،کیا تم میرا کرایہ ادا کر دو گی؟

میری پردہ پوشی کرو اللہ تمہاری پردہ پوشی کرے گا۔

معزز خاتون نے جواب دیا: فکر نہ کرو تمہارا کرایہ میں بڑی خوشی سے ادا کر دیتی ہوں۔ معزز خاتون نے پوچھا: بہن! تمہاری رہائش کہاں ہے؟ جواب ملا کہ میں اس گھر میں رہتی ہوں جو اب کھنڈر بن چکا ہے۔ اب وہ رہنے کے قابل نہیں۔ اس کی چھت کسی بھی وقت گر سکتی ہے۔ گھر میں کھانے کیلئے کچھ نہیں۔ میں اپنے یتیم بچوں کو اللہ کے سہارے پر چھوڑ آئی ہوں۔ میں کسی کام کی تلاش میں ہوں، یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ معزز خاتون نے اپنا تعارف کرواتے ہوئے کہا: میرا نام آمنہ ہے۔ میرا تعلق یتیموں اور بیواؤں کی مدد کرنے والے ادارے سے ہے۔ فکر نہ کرو اگر اللہ نے چاہا تو تمہارے خاندان کی کفالت ہم سنبھال لیں گے۔ تھوڑی سی کاغذی کاروائی کی ضرورت ہوگی۔ میں کفالۃ الایتام کی سپروائزر ہوں۔ اگر اللہ کو منظور ہوا تو سارے کام ٹھیک ہو جائیں گے۔ فاطمہ واپس گھر آئی تو خاصی مطمئن تھی۔ بچے دوڑتے ہوئے اس کی طرف بڑھے تو کہنے لگی: بچو! تمہیں خوشخبری ہو، ان شاء اللہ بہت جلد خیر ہو جائے گی۔

قارئین کرام! یہ واقعہ مصر کا ہے۔ اگلے روز وہاں کی سلفی تنظیم انصار السنۃ المحمدیہ کے شعبہ خواتین میں اخت آمنہ نے بڑے اچھے انداز میں فاطمہ کا استقبال کیا۔ اس سے بعض کاغذوں پر دستخط کروائے۔ فاطمہ کی مشکلات الحمد للہ بتدریج دور ہوتی چلی گئیں۔ گھر بھی بن گیا اس کے بچوں کی کفالت کا بھی انتظام ہو گیا۔ اہل خیر نے ساری ذمہ داریاں قبول کر لیں۔ منی اور احمد نے تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی۔ وقت گزرتے دیر نہیں لگی۔ منی اب جامعۃ خرطوم میں لیکچرار ہے۔ وہاں علم کی روشنی پھیلا رہی ہے۔ احمد حافظ قرآن اور عالم دین ہے۔ فاطمہ کے گھر کے قریب کی مسجد میں اس کی خوبصورت آواز گونجتی رہتی ہے۔ وہ نور توحید پھیلا رہا ہے۔ فاطمہ جب بھی اکیلی بیٹھتی ہے تو اپنے اللہ تعالیٰ سے ان مخیّر حضرات کیلئے دعائیں کرنا نہیں بھولتی جن کے تعاون سے اس کا گھر تعمیر ہوا اور بچوں کی اعلیٰ تعلیم مکمل ہوئی۔ وہ قرآن کی آہستہ آہستہ تلاوت کرتی رہتی ہے ﴿وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًاO اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا﴾[الدھر: 9.8] ''وہ اللہ کی محبت میں مسکین یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں: ہم تو تمہیں محض اللہ کی رضا کیلئے کھلاتے ہیں، ہم تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکر گزاری۔''

قارئین کرام! آمنہ کی داستان ہمارے معاشرے کی سینکڑوں داستانوں میں ایک ہے۔ ہر دور

میں مخیّر حضرات یتیم بچوں کی کفالت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنا اس کے ساتھ مسکرا کر بات کرنا بڑی نیکی ہے۔ ایک بچی یا بچہ دنیا میں آتا ہے تو ایک انقلاب برپا ہو جاتا ہے۔ وہ کسی کا بیٹا، کسی کا پوتا، کسی کا نواسہ ہوتا ہے۔ آگے بڑھتے چلے جائیں، چلتے جائیں وہ کتنے ہی گھروں کی آنکھوں کا تارا بن جاتا ہے۔ اپنے ننھیال جاتا ہے تو نانی اس کی بلائیں لیتی نہیں تھکتی، خالہ کا پیار تو مثال بن جاتا ہے، مگر قدرت کے اپنے فیصلے ہیں۔ اپنے بندے کی تقدیر کو وہی جانتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ کس کا زندہ رہنا بہتر اور مفید ہے اور کسے اس نے اپنے پاس بلا لینا ہے۔

کتنے ہی ایسے واقعات ہوئے ہیں، گھر کا سربراہ گھر سے نوکری کیلئے یا کاروبار کیلئے نکلا اور وہ راستہ میں ایکسیڈنٹ کا شکار ہوا اور اپنے رب کے پاس پہنچ گیا۔ بیوی شوہر کا اور بچے بابا کا انتظار کر رہے ہیں کہ اچانک ایک فون کال آتی ہے (اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن) کی آواز کے ساتھ ہی گھر والوں کو یہ خبر ملتی ہے کہ خاتون کا سہاگ اجڑ گیا ہے۔ بچے یتیم ہو گئے ہیں۔ بعض اوقات کوئی شخص کسی ظالم کی گولی یا دہشت گرد حملے کا شکار ہو جاتا ہے۔ کوئی بم دھماکہ یا خودکش حملہ ہوتا ہے اور گھر کا سربراہ اپنے رب کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ کوئی ڈاکو اسے گولی کا نشانہ بنا جاتا ہے۔ گھر والوں پر قیامت ٹوٹ پڑتی ہے۔ جب کمانے والا نہ رہے تو پھر اس خاتون سے پوچھیں جس کے بچے یتیم ہو گئے ہیں۔ اب وہ بھرا ہوا گھر، جہاں ہر وقت مسکراہٹیں تھیں، وہاں سے سسکیوں کی آوازیں آتی ہیں۔ اگر کوئی شخص ایسے گھرانوں، یتیم بچوں کی کفالت اپنے ذمہ لیتا ہے اور بیوہ عورتوں کی دیکھ بھال کرتا ہے تو اسلام کی نگاہ میں اس کی اہمیت اور قدر و منزلت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: (اَلسَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ) ''بیوہ اور مسکین کی خدمت کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔'' اللہ کے رسول ﷺ نے یتیم بچوں کی مدد اور کفالت کا کس طرح اہتمام کیا، نیچے ذکر کیے گئے واقعہ سے ہمیں بڑی عمدہ رہنمائی اور بہت شاندار تربیت میسر آتی ہے۔

یثرب کی بستی، کھجوروں کی بستی جو نبی کریم ﷺ کی آمد کے بعد مدینۃ النبی کہلاتی تھی، اس میں ہر طرف مختلف باغات تھے، ایک دوسرے سے ملے ہوئے، ان کے مختلف مالکان تھے، انہی باغات میں ایک یتیم بچے کا باغ بھی تھا، اس کے ساتھ ایک دوسرے آدمی کا باغ تھا۔ کھجوروں کے درخت اس طرح آپس میں

ملے ہوئے تھے کہ آندھی یا بارش میں کھجوریں نیچے گر پڑتیں تو آپس میں تمیز کرنا مشکل ہو جاتی کہ یہ کس درخت سے گری ہیں۔ یتیم نے سوچا کہ کیوں نہ میں دیوار کے ذریعے اپنے باغ کو علیحدہ کرلوں تاکہ ملکیت واضح ہو جائے، کسی قسم کا تنازع اور جھگڑا نہ کھڑا ہو۔ چنانچہ اس نے دیوار بنانا شروع کی، جب اس نے دیوار بنانا شروع کی تو اس کے ہمسائے کی کھجور کا درخت درمیان میں حائل ہو گیا، دیوار سیدھی اس صورت میں ہوتی تھی جب اس کو یہ درخت مل جاتا۔ یتیم بچہ اپنے ہمسائے کے پاس گیا اور کہا کہ آپ کے باغ میں بہت ساری کھجوریں ہیں، میں دیوار بنا رہا ہوں، آپ کی ایک کھجور راستے میں رکاوٹ بن رہی ہے، یہ کھجور مجھے دے دیں تو میری دیوار سیدھی ہو جائے گی، اس شخص نے انکار کر دیا۔

بچے نے کہا: اچھا آپ مجھ سے اس کی قیمت لے لیں، تاکہ میں اپنی دیوار سیدھی کرلوں۔ اس نے کہا: میں اسے بیچنے پر بھی تیار نہیں۔ یتیم نے خوب اصرار کیا، ہمسائیگی کا واسطہ دیا، مگر اس پر دنیا سوار تھی، نہ یتیمی کا لحاظ نہ ہمسائیگی کا پاس۔ یتیم نے کہا: دیکھیے جناب! کیا میں اپنی دیوار نہ بناؤں، اس کو سیدھا نہ کروں؟ ہمسائے نے کہا: یہ تمہارا معاملہ ہے، تم جانو تمہارا کام جانے! تمہاری دیوار سیدھی رہے یا ٹیڑھی، مجھے اس سے کوئی غرض نہیں، مگر میں کھجور کو فروخت کرنے کیلئے تیار نہیں ہوں۔ یتیم جب اس سے مکمل مایوس ہو گیا تو خیال آیا کہ ایک ایسی شخصیت ہیں اگر وہ سفارش کر دیں تو میرا کام بن سکتا ہے۔ دل میں خیال آتے ہی قدم مسجد نبوی کی جانب اٹھ گئے۔ یتیم بچہ مسجد نبوی میں آیا تو سیدھا اللہ کے رسول ﷺ کے پاس پہنچا، عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میرا باغ فلاں آدمی کے باغ سے ملا ہوا ہے۔ میں اس کو علیحدہ کرنے کیلئے درمیان میں دیوار بنا رہا ہوں، مگر دیوار اس وقت تک سیدھی نہیں بنتی جب تک راستے میں آنے والی ایک کھجور میری ملکیت نہ بن جائے، میں نے اس کے مالک سے عرض کی کہ وہ مجھے فروخت کر دے، میں نے اس کی خوب منت سماجت کی، مگر اس نے انکار کر دیا ہے، اللہ کے رسول ﷺ! میری اس سے سفارش کر دیجیے کہ وہ کھجور مجھے دے دے! آپ ﷺ نے فرمایا: ''جاؤ اس شخص کو بلا کر لے آؤ''

یتیم اس کے پاس گیا اور کہا: اللہ کے رسول ﷺ تمہیں بلا رہے ہیں، وہ مسجد نبوی میں آیا، آپ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: تمہارا باغ اس یتیم کے باغ سے ملا ہوا ہے، یہ یتیم بچہ دیوار بنا کر اپنے باغ کو تمہارے باغ سے علیحدہ کرنا چاہتا ہے، تمہاری ایک کھجور اس کی راہ میں رکاوٹ ہے، تم ایسا کرو کہ

یہ کھجور اپنے بھائی کو دے دو! کہنے لگا: میں تو نہیں دوں گا۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: اپنے بھائی کو یہ کھجور دے دو! اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے پھر فرمایا: ''اپنے بھائی کو کھجور دے دو، میں تمہیں جنت میں کھجور کی ضمانت دیتا ہوں۔'' اس شخص نے اتنی بڑی پیشکش سننے کے باوجود کہا: نہیں جناب! میں یہ کھجور نہیں دوں گا۔ آپ ﷺ اب خاموش ہو گئے، اس سے زیادہ کچھ کہنا آپ نے مناسب خیال نہیں کیا کیونکہ اسلام لوگوں کی ذاتی ملکیت کا حق تسلیم کرتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خاموشی سے ساری گفتگو سن رہے ہیں، حاضرین مجلس میں رسول اللہ ﷺ کے مشہور صحابی سیدنا ابو دحداح رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ مدینے میں ان کا بڑا خوبصورت باغ تھا، 600 کھجور کے درختوں پر مشتمل باغ اپنے پھل کے سبب بڑا مشہور تھا۔ اس باغ کی کھجوریں اعلیٰ قسم کی شمار ہوتی تھیں، منڈی میں ان کی بڑی شہرت تھی۔ مدینے کے بڑے بڑے تاجر اس بات کی حسرت اور خواہش کرتے تھے، کہ کاش! یہ باغ ان کی ملکیت ہوتا۔

ابو دحداح رضی اللہ عنہ نے اس باغ کے وسط میں اپنا خوبصورت سا گھر تعمیر کر رکھا تھا، بیوی اور بچوں کے ساتھ وہیں رہائش پذیر تھے، میٹھے پانی کے کنویں نے اس باغ کی اہمیت کو اور زیادہ بڑھا دیا تھا۔ ابو دحداح رضی اللہ عنہ نے جب اللہ کے رسول ﷺ کی پیشکش سنی تو دل میں خیال آیا کہ اس دنیا کا کیا ہے؟ آج نہیں تو کل مرنا ہے، اور پھر ہمیشہ کی زندگی، عیش و آرام یا دکھ و آلام کی زندگی ہو گی۔ اگر جنت میں ایک کھجور مجھے مل جائے تو کیا کہنے! آگے بڑھے اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ جو پیشکش آپ نے کی ہے، صرف اسی شخص کیلئے ہے یا اگر میں اس آدمی سے اس کھجور کو خرید کر اس یتیم بچے کو دے دوں تو مجھے بھی جنت میں وہ کھجور مل سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں تمہارے لیے بھی جنت میں کھجور کی ضمانت ہے۔'' اب ابو دحداح رضی اللہ عنہ سوچنے لگے کہ ایسی کون سی چیز ہے جو میں اس شخص کو دے دوں۔ پھر اچانک ہی ایک عجیب فیصلہ کیا، اس آدمی سے مخاطب ہوئے کہا: سنو! تم میرے باغ سے واقف ہو جس میں میرے 600 کھجوروں کے درخت، گھر اور کنواں ہے۔ اس نے کہا: مدینے میں کون ہو گا جو اس باغ کو نہ جانتا ہو! کہا: تم ایسا کرو کہ میرا سارا باغ اس ایک کھجور کے بدلے میں لے لو۔ اس آدمی کو اپنے کانوں پر اعتبار نہ آیا، اس نے مڑ کر ابو دحداح رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا، پھر لوگوں کی طرف دیکھا، سن رہے ہو، ابو دحداح رضی اللہ عنہ کیا کہہ رہا ہے؟ ابو دحداح رضی اللہ عنہ نے پھر اپنی بات کو دہرایا، لوگوں کو اس پر گواہ بنایا، چنانچہ اس ایک کھجور کے بدلے

میں اپنا سارا باغ، کنواں اور گھر اس آدمی کو دینے کا اعلان کر دیا۔ ادھر جب اس کھجور کے مالک بن گئے تو اس یتیم بچے سے کہا: اب وہ کھجور تمہاری ہوگئی، میں نے اسے تم کو تحفے میں دے دیا ہے، جاؤ! اپنی دیوار سیدھی بناؤ، اب تمہارے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ اس کے بعد اللہ کے رسول ﷺ کی طرف رخ کیا، عرض کیا: یارسول اللہ! کیا اب میں جنت میں کھجور کا مستحق ہوگیا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم ایک کھجور کی بات کرتے ہو سنو: ''ابودحداح کیلئے جنت میں کھجوروں کے کتنے ہی جھنڈ ہیں۔''

حدیث کے راوی سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے یہ الفاظ ایک دو یا تین مرتبہ نہیں بلکہ خوشی کے ساتھ متعدد بار دہرائے۔ ابودحداح رضی اللہ عنہ وہاں سے روانہ ہوئے۔ جنت میں باغات کی خوشخبری پانے کے بعد اپنے باغ کی طرف روانہ ہوئے۔ دل میں خیال آیا کہ ذاتی کپڑے، کچھ ضرورت کی اشیاء تو وہاں سے لیتا آؤں۔ باغ کے دروازے پر آئے، اندر سے بچوں کی آوازیں سنائی دیں، بیوی گھریلو کام کاج میں مصروف ہے، بچے کھیل رہے ہیں۔ خیال آیا کہ اندر جا کر بیوی کو خبر سناؤں، مگر پھر دروازے ہی پر رُک گئے۔ آواز دی! ام دحداح رضی اللہ عنہا! ام دحداح کو بہت تعجب ہوا کہ آج ابودحداح باغ سے باہر دروازے پر کیوں رک گئے ہیں، اندر کیوں نہیں آتے؟ دوبارہ آواز آئی: ام دحداح! حاضر ابودحداح! فرمایا: اس باغ سے بچوں سمیت باہر نکل آؤ میں نے اس کو فروخت کر دیا ہے۔ ام دحداح رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ نے اس کو بیچ دیا ہے۔ کس کو فروخت کیا ہے، کون خریدار ہے، کتنے میں؟ فرمایا: میں نے اس کو جنت میں ایک کھجور کے بدلے میں فروخت کر دیا ہے۔ ام دحداح رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ اکبر! (رَبِحَ الْبَيْعُ يَا اَبَا الدَّحْدَاحِ) آپ نے بڑا ہی منافع بخش سودا کیا ہے، اب باغ میں داخل نہ ہونا۔ بڑا ہی فائدہ مند سودا ہوا ہے، جنت میں ایک درخت، جس کے نیچے گھڑ سوار ستر برس چلتا رہے تو اس کا سایہ ختم نہ ہو۔ ام دحداح رضی اللہ عنہا نے بچوں کو پکڑا، ان کی جیبوں کو ٹٹولا، جو کچھ ان میں تھا ان کو نکالا، کہا کہ اب یہ رب کا ہوگیا ہے ہمارا نہیں، اور خالی ہاتھ باغ سے باہر نکل آئیں۔

ابودحداح رضی اللہ عنہ اور ام دحداح رضی اللہ عنہا کا یہ اقدام، یہ کارنامہ کوئی معمولی نہیں، اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کو پورا کرنے کیلئے اپنی سب سے قیمتی چیز کو رب کی راہ میں لٹا دیا۔ اپنے آباد گھر، باغ، کنویں کو چھوڑا اور ہمارے لیے مثالیں قائم کر گئے کہ اس کو کہتے ہیں حقیقی محبّ، محبِ صادق، اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کرنے والے۔ ابودحداح رضی اللہ عنہ اور ام دحداح رضی اللہ عنہا، ان دونوں میاں بیوی پر اللہ کی رحمتوں کی بارش ہو، ان دونوں نے کتنی قربانی اور ایثار کا مظاہرہ کیا، بلاشبہ یہ کارنامہ تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جا چکا ہے۔